

ریشت در ہبہ

محمد عبد الرحمن درود

رستم پیغمبر

دندان

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہے

۶۰۰

پہلی بار :

۱۹۸۰ علیوی

سن اشاعت :

بین اتحاد اردو اکسیدی آنڈھا پر دیش

محمد عبد الرحمن درد : خوشنویں

سات روپے : قیمت

ایکسل فائل پرنٹگ پریس، محبوب چوک، حیدر آباد
طابع :

ناشر : فاضل پریس، نیو ٹاؤن محبوبنگر

ملنے کے پتے

اردو اکسیدی آنڈھا پر دیش۔ سیف آباد

ایکسل فائل آرت پریس۔ حیدر آباد ۲-

محمد عبد الرحمن درد۔ صدر لدرس مدرسہ الکوثر۔ محبوبنگر

فاضل پریس۔ نیو ٹاؤن۔ محبوبنگر

محمد عبد الرحمن تکرار گورنمنٹ جونیور کالج نلگنڈہ

بہ اشتراک اردو اکسیدی آنڈھا پر دیش

حیدر آباد

رَفِيقٌ وَرَاهِبٌ

محمد عبد الرحمن درود مدرس کوثر طحل

رُفْقٌ وَزَكْرٌ

فہرست

	مقدمہ	
۶	مقدمہ	۱
۱۶	ہدیہ کتابخانہ	۲
۱۸	دیباچہ حصہ اول	۳
۲۰	طالب علم	۴
۲۳	پردیسی طالب علم	۵
۲۶	نوجوان اور ما جوں	۶
۲۹	طالب علم کا چمن	۷
۳۱	علم و عملی	۸
۳۵	جوانی	۹
۳۶	کھیلے	۱۰
۴۱	طالب علم کے ارادیے	۱۱
۴۳	گزارش حصہ دوم	۱۲
۴۶	درس حال مقام - تدریس	۱۳
۵۱	درس کی شخصیت	۱۴

۵۳	ضبط جماعت	۱۵
۵۵	خارجی ضبط	۱۶
۵۶	داخلی ضبط	۱۷
۵۸	قادن	۱۸
۶۳	تدریس تاریخ	۱۹
۶۴	در سے کے کھیل	۲۰
۶۶	زادا زنضاب مصروفیات	۲۱
۶۹	حکمہ سوم اللہ سے التجا	۲۲
۷۱	بے مثل سابق	۲۳
۷۳	انقلاب سخن	۲۴
۷۸	بات	۲۵
۸۳	ذری	۲۶
۸۶	پورا	۲۷
۸۸	معارف قوم	۲۸
۹۰	وعلہ	۲۹
۹۲	جو اہر لال	۳۰
۹۴	غزر لیں	۳۱
۱۰۲	قطعات	۳۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حمد لله رب العالمين
محمد بن عبد الله

انسان کی شخصیت غیب و شہادت کا مجموعہ ہے۔ جب تک وہ بات نہیں کرتا اس کے غیب ذاتی کاظموں نہیں ہوتا۔ عام آدمی کی گفتگو، نظر نگار کی عبارت اور شاعر کا کلام، اپنے اپنے غیب کے منظہا پر ہیں جس طرح عالم شہادت صور و اشکال مختلف ہیں اسی طرح عالم غیب میں پر انسان کی ذاتی قابلیت دوسرے سے میزہیں کسی پر الوہیت یا ملکیت کا پرتو ہے تو کسی پر الوہیت اور شیطنتیت کا عکس۔ بہر حال ایک ظہور اس کے بطور کا آئینہ دار ہے۔ فن کے کسی بھی میدان میں اہرفن کار کا یہی حال۔ محمود عوکہ مذموم ہر ایک اپنی ذات کو ظاہر کرتا ہے۔

شعر کی اچھی نہیں کرتا۔ غیب حاضر کرنا اور بغیر محسوس کو محسوس و مدرک بنانا ہے۔ بلکہ احساس و ادراک کے ذریعے شاعر کی ذات کو ہماری ذات تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی عمل ذات کی پہچان یا عرفان ذات کو جلاتا ہے۔ اس تفصیل کا منشاء دراصل یہ عرض کرنا ہے کہ فن خود مقصود نہیں بلکہ عرفان ذات کا ذریعہ ہے۔ زیر زیر نظر مجموعہ کلام میں بھی خود شاعر محترم کی ذات پہنچا سکتے ہیں۔

"رسق و لہبہ" تین حصوں پر مشتمل ہے جس میں اول میں طالب علم

۶

کیلئے پر خلوص قسمتی بدلایات اور حیات آفریں پیامات ہیں مبالغہ
کے کسی شاہد کے لیے بخوبی کہا جاسکتا ہے کہ شاعر محترم میں ایک پیدائشی معلم
بزرگانہ طالب علمی احقر کو محترم موصوف سے شرف نہ مدد حاصل رہا۔ چنانچہ
حصہ اول کی بیشتر نظر میں احقر کی تربیت کیلئے لکھی گئی تھیں۔ کم و بیش
اُب سے ربع صدی پہلے کا یہ سرمایہ کلام احباب کے تقاضہ اشاعت
کے باوجود شاعر محترم کی طرح رنج نشین حوصلت بنارہا۔ اچھا ہو کہ اتنی
دیر بعد ہی اس کی اشاعت کے اسباب مہیا ہو گئے۔

تحقیقت مدرس شاعر محترم کی تربیت صلح رای تھوڑے نارمل طیغہ
اسکول میں ہوئی تربیت اکثر سہی ہوتی ہے لیکن شاعر محترم کے حق میں
وہ تحقیقی ثابت ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں رو سو اور اسپنہ سے
پٹا نوجی اور مانڈپی سورجی تک ہر ایک کے باطن میں جھانکا ہے۔ بحرِ بالمن
سے درہا سے آبدار چنے ہیں اور انہیں سلک شعر میں پروگر طالب علم اور
معلم کے لگئے کا ہار بنایا ہے۔

حصہ اول میں طالب علم کا نقیباتی جایزہ لیا گیا ہے۔ طالب علم
قدرت کی طرف سے دوست کردہ صفات جمال و جلال کا محل استعمال
سمجھاتے ہوئے لکھا گیا ہے ۵

وہ لڑجو غصب میں بھی رہے پلا شرافت کا
نہ چھوٹے ہاتھ سے جس کے کبھی دامن صدا کا
وہ لڑکا جو مجسم برقِ تاباں ابرِ رحمت ہو
جلادے دشمنی کو دوستی کی جس سے خدمت ہو

۸

آج ہر قدم پر بھٹکنے والے طالب علم کیلئے نظم طالب علم کا چن
خپڑاہ کا کام کرتی ہے۔ تو نظم جو انی "افراد و تفریط سے حفاظت کا ترقیت ہے"
بے شمار طلباءِ کھیل میں گم ہیں کوئی جیت کی خوشی میں گم ہے کوئی کے بارغمیں گم
لیکن شاعرِ حترم نے کھیل کے ذریعہ اخلاقی اور سیرتِ انسانی کے جن تحریری
پہلوؤں کا احصا کیا ہے ان کی افادیت نہ ہر طلباء کے حق میں ناقابل
انکار ہے بلکہ صید ان زندگی کے ہر کھلاڑی کیلئے بھی رفاقت درہبڑی کا
حق ادا کرتی ہے۔ نظم کم کیلئے "میں لکھتے ہیں ۵

سر بھرا ہے نفسِ امارہ بہت

پہلے اس کا سر بھیل کر کھیل لے

جیت کر سب جھکا لیٹتا اور ہار کر سرہست بلند رکھنا طفلا کھیل میں کاہیں
مردانہ بازی حیات" کا بھی کمال ہے

رفعت و پستی میں بیٹھا ہار کی۔

سب جھکا کر اور اچھل کر کھیل لے

طالب علم کے ارادوں کی ترجیحی خود طالب علم ہی کی زبان سے اس حوصلہ افزای
انداز سے کی گئی ہے کہ وہ دوسروں کو فریبِ مجاز سے نکال کر رہو ز تحقیقت
کی طرف دعوت دیتا ہوا کھتایے ہے ۶

جو گم میں فریبِ مجازی میں ان کو

رہو ز تحقیقت بتاتا چھلوں کا

آخریں دانشوارِ ملت کو نونہالوں کی رہنمائی کا پیام سناؤ ہو لے کہا گیا ہے
لے خبر فرسودہ تر ہے اپنا تعلیمی نظام رُڑاٹھا نئے انداز سے کراہنمای زندگی

لوجواں دراصل جوہر میں مگر، میں کان میں
جوہری ہے تو انہیں دے آپ وتابِ زندگی

آگ بھر کادیے تو اے آتش نواسن میں
جس میں پہاں ہے پیش آمادہ تابِ زندگی

”رفیق و رہبر“ کے حصہ مدرسہ میں مشائی معلم کے خدوخال کی عکاسی
کی گئی ہے۔ یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ ماحول کی ناقدری نے آج معلم کو
کن رفعتوں سے کیستی ستیوں میں پہنچا دیا ہے اور بھرلو درود سوز کے ساتھ
یہ بھی سمجھا دیا گیا ہے کہ معلم اسی شخصیت کے کن کن پہلووں کی تربیت
اور تحریر کے ذریعہ پھرا پنے مقامِ ایقون پر پہنچ سکتا ہے معلم کی شخصیت
اس کام، ضبطِ خارجی و داخلی، اولیائے طلباء سے تعاون، تدریس تاہیث
کھیل اور زاید از لفساب صحر و فیات جیسے بنیادی عنوانات کے تحت جن
خشک علوم تعلیم و تربیت کو اشعار کے قالبِ تریں سمجھو گیا ہے
انہیں مغربی مفکرہ میں اور ماہرینِ تعلیم کے افکار و اصولِ تعلیم صاحبِ حکم میں
ہر معلم ان اصولوں سے استفادہ کر سکتا ہے۔

کامیاب مدرسہ ہے جو خود کم کام کرے اور زچوں سے زیادہ کاملے
اس حقیقت کا اظہار اس طرح کیا گیا ہے ۵

کام لینا ان سے تیری کام رانی کی ولی
درستہ بے جوش عمل بے کار، سبق قال و پیش

مُسْلِم کے معیاری اوصاف کا احصاء کرتے ہوئے کھبائیا ہے ۔

تیرا بچوں سے تعاون اور ترمی مہرو فیات

مختصر یہ ہے کہ تیری زندگانی اور رحمات

بے غرض ہو قوم کی خاطر ہو اور بے باک ہو

تیرا دل، تیری نظر، تیرا تھیل پاک ہو

ضبطِ جماعت کی اہمیت اس طرح واضح کی گئی ہے ۔

نظم فطرت ہی سے فائم ہے نظمِ کائنات

ضبط کی آغوش میں پلتی ہے دنیا حیات

ضبطِ خارجی یا سرائے جسمانی کے نقص پر اس طرح روشمندی دالی

گئی ہے ضبطِ قائم ہو تو سکتا ہے چھپری کے ذریعے

ما رجب پڑتی ہے باز آتے ہیں پچھے شور سے

ضبط یہ موز نہیں میوب گے، مذموم ہے

اس کا نقصان ہے یقیناً، فام میوم ہے

ضبطِ داخلی کی اس انداز سے ترغیب دی گئی ہے ۔

ضبطِ احساسِ فراغض ضبط پاس دنگران

ضبط کے سانچے میں ڈھلتی ہے حیاتِ جاؤ

یعنی بچوں کے حوالے اس طرح ہوا نتھام

ضبط کو سمجھدیں وہ خود اپنا اک لمحہ کام

تدریسِ تایخ کی نزاکت کو اس دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے

کہ مذہباً اور اسلوبِ دولوں کی وضاحت ہو گئی ہے ۔

آئیے ہیں ما صنی کو مستقبل بنانے کیلئے
 اک نبی دنیا دماغوں میں بسانے کیلئے
 باتوں بالتوں ہی میں سمجھا انکوار اور حیات
 نازہ قصوں ہی میں بھروسے ساری کھلی کائیا
 آج ہی سمجھا انہیں رازِ نظامِ زندگی
 کیوں کہ کرنا ہے انہیں کل اہتمامِ زندگی
 کھلیل کی مقصدیت کو اس طرح اُجاگر کیا گیا ہے۔
 سیرت و کردار سازی مقصدِ باز ہو گر
 دردِ بازی گرتے ہی بن جائیں گے لعل و چہر
 آخر میں زائدِ نصابِ مصروفیات کی افادیت اس طرح پیش کی گئی ہے
 پچے وقت جو کھلیل اور کام سے
 وہ بچوں کو اس وقت بھی کام دے
 وہ کام ایسا جس سے مستر ڈھرے
 لیاقت ڈھرے قابلیت ڈھرے

کتاب کا پسہ حصہ نظموں غزلوں اور قطاعات پر مشتمل ہے۔ یہ عمل کی
 اُس وسیع تر کائنات سے متعلق ہے جس میں پچھے مکتب کی چار دیواری
 سے باہر آ کر قدم رکھتا ہے یہ قول و فعل اور علم و عمل کے انطباق کا عالم ہے
 اس حصہ کی نظیں ہوں یا غزلیں شاعرِ حستہ مکتب کے شعور پختہ ستر کی غماز ہیں
 ایک طرف وہ اس ماحول کو میسر ڈال دینا چاہتے ہیں جو آثار و آفاق
 میں گرفتار ہے اور دوسری جانب آنکھا الفرادی سفرخوبی سے خوب نہ کی جا جائی

طبعیتِ اصدقہ رحساس پاتی ہے کہ آن کے ساز طبع پر مضرابِ ماحول کی
بلکی سی چوٹ بھی ارتقاشِ سلسلَ کا سبب بنتی ہے۔ ہر خلاف فطرت
بات پر وہ ترطب آلاتھتے ہیں اور اسی ترطب کا رو عمل حرف و صوت کے
قالب میں دھن کر شعر کا سراپا اختیار کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلام میں اکثر
تذکرہ النفس کی خاطر چجھن بھی ملتی ہے اور اصلاحِ آفاق کیلئے تلمذی بھی۔
چنانچہ نظم "انقلابِ سخن" میں لکھتے ہیں ۵

وہ تازیانہ برقی ہے شمعِ محفل میں
کہ جس کی ضرب سے باقی غنوادگی نہیں
کلام کیا ہے بیانِ تلمذ تحقیقِ در کا
اثر سے جسکے تحسی دل میں ہبھستی رہی

انکی شاعری نغمہ کم اوزن عرب زیادہ ہے جو ماحول کو مُسلطی نہیں جھنجورتی ہے
احساسِ زیاد دیکھ لفت کا لہو گرماتی ہے مختصر یہ کہ آن کا ذوق سخن
بت تراش نہیں برشکن ہے۔ اسی نظم میں لکھتے ہیں ۵

سرور و کیف کامانِ شاعری نہیں
سخن کی بزم میں رسمِ صنگلگری نہیں
اک انقلاب کا نعرہ ہے نغمہ شاعر
سُلا لے قوم کو جو ایسی رہا گئی نہیں

وہ ایسی مستی کے قائل نہیں جو حر کی نہوا وہ فرائیض حیات سے روکنے یہے
بلکہ مستی میں ہوشیاری کے داعی ہیں نظم بے مثل ساقی میں لکھتے ہیں ۵

بنائے مسست امیروں کو دی گیا۔
پلاکے شان غریبوں کو دی امیرانہ
بُات "کے عنوان پر بات کی مختلف قسموں کا جایہ لیا گیا ہے بات سے
پیدا ہونے والے خیر و شر کی وضاحت کی گئی ہے۔ بات کی معراج کا
پتہ بتا دیا گیا ہے ۵

بات ان کی بات کی معراج ہے

کل موثر جس قدر تھی آج ہے

نظم "ذرہ" حلقہ و حکم کی آئینہ دار ہے۔ ذرہ کی ذات کمال سے
خلی ہے ایکن قبول کمال کی قابلیت رکھتا ہے۔ اسیلے مجوس فہر ہے
بھی ہوا کے دو شر پر بھی دریا کی موجودوں میں بھی شاخ پر بھول اور کل
بن کر اور کبھی قطرہ خونِ انسانی میں شامل ہو کر سنبھل کر کائنات میں ہڑو ہے
ارتقاء کی آخری منزل میں افلک سے گزر کر رفت عرش پر دید ارجمند
ذات میں مشغول ہے۔

نظم بودا بھی انسانی زندگی کے اخلاقی نشیب و فراز کی ترجمہ ہے۔
خاموش عمل کا پیغام سناتی ہے۔
"غیر جہاں نظر آئے شاعرِ ترمذ سے ملت کا درشہ سمجھتے ہیں
چنانچہ "معمارِ قوم" "وَحدہ" اور جواہر لال" نظموں میں قوم کے رہنماؤں
کے اوصاف کا تذکرہ کیا ہے۔

آخر میں چند غزلیں ہیں۔ قامتِ ظاہری کے اعتبار سے انہیں
غزل کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اگر غالب اور حالمی نے غزل کی تنگی کے کو

آفاقت و سعدت نہ دی ہوتی تو درد محترم کی اس صنف سخن کو غزل کا
نام دینا بھی مشکل ہوتا۔ بے ایں یہ مہ خال خال سی رنگ تغیرات بھی ملتے ہے
یہ غم جانا ان بھی رکھتے ہیں اور غم دوران بھی۔ لیکن غم دوران کی پنجیاں
غم جانا پر رکھتے ہیں۔ درد بھی ہیں اور ہمدرد بھی۔ آن کا درد غم جانا
کی تفسیر ہے، اور سہدردی غم دوران کی ترجمان۔ کائنات آن کا زینہ ہے
اور خالق کائنات اُنہی منزل۔ وہ حرم ذات کی جانب روان ہیں لیکن
اکیلنے ہیں کارروان کے ساتھ جانا چاہئے ہیں۔ ذیل میں وسائلیں لیتے ہیں
جن میں تصویں کا رنگ غالب ہے۔

اُسی کو ڈھونڈتا ہوں در پیہسمُ

جو میرے دل میں پایا جائے ہے
نفس کا بالتفص عرفناں ہو گیا
دیدہ جیرا ہے کامل کی طرف
گھٹ کے انسان تجیا نہیں ہوتا
بڑھ کے لیکن خدا نہیں ہوتا
تماشا ہے باقی ہیں اضداد مل کر
جدائی کب ان کی قیامت سے کم ہے
فرش کا عرش ہے سفر ہدم
راہ میں ہر شر ہی کی بات کریں

تہاں یوں میں سچل اور محفلوں میں تہاں
گویا خموش، ہوں میں کوئی خموش گویا
یہ وہ مثالیں ہیں جن میں تصوف کے ساتھ تنزل کی چاشنی بھی ملتی ہے
مصیت کا سبب آیا سمجھیں
ستاکر مسکرا یا جارہا ہے

میں نجاہ ناز کا مقتول ہوں
دل ہے میرا پسند قاتل کی طرف

نہ مری پڑی ہے اپنے جب سے
میں سب میں رہ کے بیگانہ ہوں سبے

میں کبھی لب کش نہیں ہوتا
حال کیا ما جرا نہیں ہوتا

یہ سمجھاؤں کیوں کرستہم کر آہے
بتاؤں یہ کیسے مسرت میں غم ہے

وصل و فراق کے ہیں اس درجہ تیز دورے
منظہ کوئی نظر میں انداز تک نہ ٹھہرا
قطعات کا زنگ ملا جنہے ہو ہے

حق سے بہرستے وصول ہوتی ہے
فکر پھر کیوں فضول ہوتی ہے
درد منزل رہے نگاہوں میں
راہ میں صرف دھول ہوتی ہے

پہ اختیار فنِ انسان عرض کرنا ہے کہ کسی فذ کار کو خطہ سے منزہ نہیں
پایا گیا۔ بشر سے مجرم دہنہ اور حسنِ محض کی توقع رکھنا، بشیرت سے
انکار اور فرار کے قابل ہونے کے متارد ف ہے۔ نقص اور خطہ ہی
دلیلِ بشیرت ہے اور کمال و صواب پر تو الوبیت ہے۔ بہر شاعر
بہر حال بشر ہے۔ بشر ہوتے ہوئے بھی نقص و خطہ سے عصوم ہونا
صرف ذاتِ انباء کا خاصہ ہے اسی لئے شاعری کسی نبی کا وصف
نہیں رہی۔ بحیرتِ مجموعی شاعر محترم اسکم باسمی میں۔ دعا ہے کہ انکا
درد، درمانِ ملت بن جائے۔ امین۔

حضرت درد مظلہ صاحبِ دیوانِ شاعر ہیں۔ کلام کی کمیت کا حال
یہ ہے کہ نیز نظرِ مجموعہ کلام انکے جملہ سر ما یہ کا مختصر نمونہ ہے۔ خدا چاہے تو اس سے
ہمیں ضخیم تر کی مجموعے ترتیب دیئے جا سکتے ہیں۔ امید کہ اللہ عز وجل
اشاعت کے اسباب مہیا فرما کر عوام و خواص کے استفادے کی راہ میں کھوں لیں گے۔

المرقم ۱۱/ جادی الاڈل سلسلہ ۱۳۹۹

محمد عبد العیوم جاوید غوثی یم ۱۔ بنی اید
لکھرا لگور نہج جو نیز کاج محبوب نگر

کوڈنگل

دَرْيَةَ شَكْرُ

محترم کبارہ اور عزیز صفائی

کی خدمائیں

بعض خدا جن کی توجہ خاص آور

پھر خلوص تعاون سے "رفیق رہبر"

لہباعت کے مراحل طے کئے

شالدہ
درود

دیباچہ

منظماً اپنا پرے ہے آسمان سے
کزر ناہیں تھیں پر اس جہاں سے
چلو، اٹھو، بڑھو اے نوجوانو!
نیکنا ہے سوتے منزل یہاں سے
درود

رے ڈنوق رہبیر

ر حصہ اول (نو نظمیں)

۱۵۱ اشعار

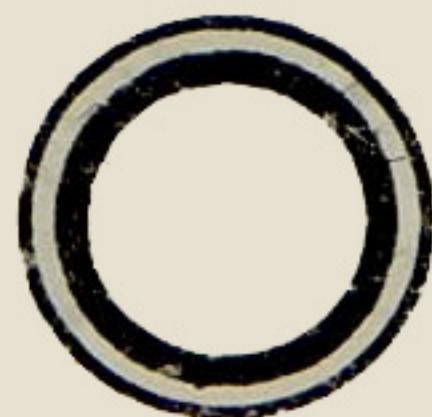
طالب علم اور اس ہر قدر دا کی

خدمت میں

وہ لڑکا جس میں ہوتی اور جو اعلیٰ پہنچا ہو
وہ لڑکا جس میں سرداری کے فتنے نمایاں ہوں

وہ لڑکا جس کے قبضے میں ہو پر حکم فتح و نصر کا
وہ لڑکا جس سے بیرا غرق ہو ظلم و جہالت کا

وہی ہے علم کا طالب دعا اس کو دینا ہوں
بآغوش شیر نظر آئے درد آسے الفت دینا ہوں



اُصل میں تیرا وطن ہے کل جہاں
اور سب انسان ہیں تیرے شری دار۔

یا یہ دنیا ہے اک ایسی رہ گزرا
میں روان جس میں حسافہ نہیں کار

راستہ ہے یہ نہایت پڑھتے
کھپ اندر ہیرے میں چھپے ہیں خارزار

علم ہی اس راہ کی قندیل ہے
قیصی نورِ علم سے بیڑے ہیں پلائے

علم کا جب نور آدم کو ملا
نوریوں سے بڑھ گیا یہ خاکسار

علم کی خاطر ہے تو پر دیس میں
تپری ہستی کیوں نہ گردوں وقار

مسکرا کر آفتوں کو جھیل کئے
ہنس کے ہمت سے نصیحت کو پکار

علم کی خاطر و فور شوق میں ہے یونہی طے کر جادہ ہا خاردار

مدت پر لشائی ہو خزان کے دوڑ سے
دیکھ پوشیدہ خزان میں ہے بہار

علم کا، ہاں علم کا طالب ہے تو!
اور پیزوں کا نہ کر دل میں شمار

فکر کرنا پھر ڈوے غسم بھول جا
یاد کر اسباق اپنے بار بار

ہومبار ک تجھ کو یہ سعی، سعید
ہومبار ک کامیابی کا مدار

رنگ دے تدبیر کو تقدیر کا
ہے ترسی تائید میں پروردگار

منقلب کر دے نظامِ زندگی
یوں دکھا جو شہرِ عمل کے شاہر کار
گھنگنا تا جا مرے اشعار کو ساتھ لے جا درد کے گلزار کو





نوجوان اور ماحول میو

دُورِ حاضر کے جواں ہیں ایسی موسٹر ^{بیج} سو ار
جو بہت خوش رنگ ہے اور دل فریب و آبدار

بُرق کے مانند جس کی تیز تر رفتار ہے
جونپھا ہر پر شمش، دلکش ہے جو ہر دار ہے

شاہراہوں پر کئی طوفانی پسا کر نہ ہوئی
جاری ہے نوجوانوں سے شکم بھر قی ہوئی

ایک ہجوم حشر ہے اس کے ہر اک استح پر۔
آر ہے ہیں نوجوان ہی نوجوان ہر سونا سر

کوئی دیوانہ ہے اس کی شکو خی عرفتار کا
کوئی پردانہ ہے اس رنگیں جیں گلنار کا

آہ! ان معصوم نادانوں کو عملہ اس کا نہیں۔
اس سفر کا ہے تیج کس قدر اندو ہے پیں

کیوں کہ شوفر ہے وہ ظالم دشمن ایسا وجہ
دوستی ہے جس کی ظاہر دشمنی جس کی نہیں

جارہ پائے لیکے دل دل میں چھنانے کیلئے
یا کسی تاریک گھانی میں گرانے کیلئے

اس کے مقصد کا جنہیں کچھ علم ہے بہت آہیں
بند میں موڑ میں مشی ماہی بربے آب میں

دل تر طپ اٹھاتا ہے میرا یہ نظارہ دیکھ کر
رو رہوں خوف سے خونیں تکاشا دیکھ کر

گرگر کے سجدہ میں دعا کرتا ہو اپروردگار
نوجوانانِ وطن میں آہ او شمن کاششکار

یہ ندا آتی ہے اٹھاتے درد مندِ مضطرب
قبضہ اس موڑ کے اسٹرینگ پہ کرمدا نہ وار

پھر جدہ ہا ہیگا تو موڑ پلٹتی جائے گی
تیرے ہا ٹھوں قوم کی قسمت سورتی جاہیگی



طالب علم کا چمن

ایک چھوٹا سا چمنِ رشکِ ارم
جس کا ہر اک پھول گویا جاگِ جم

پھول کیا؟ و لمحہ پر معنی کتاب
جس سے ہوں اہلِ چمنِ سب فیضیا۔

جس میں پہاں مثل بو رازِ حیات
رنگِ جس کا شرحِ رمزِ کائنات

وہ چمن سر سبز ہوں جسکے نہال
ڈالی ڈالی پشا پشا خوش جمال

خود نو شتر کجھ مقام لے بھی رہیں
کجھی کلیوں کے نظارے لے بھی رہیں

جو تے غور و فکر ہو دا کم روائی
اوہ تدبر ہو چمن کا پاس جان

فرش پر سبزہ ہو علومات کا
اور باتوں میں سماں برسات کا

شب نم تابندہ محنت کا غرّت
پر جواہر لعلِ موئی سے طبق

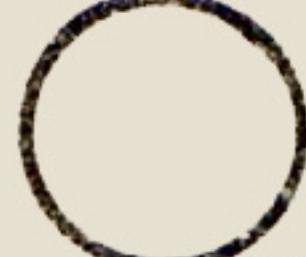
خوشنما بوئے ہوں کچھ امید کے
جن کی شادابی ہو قابل دید کے

صبر کی بسلی اطاعت کی کھان
عزم کا ہو سرو عنظیت کا نشان

پھل ہوں خدمت کے لگئے ہر طریقہ
جن میں یکجہتی بھی ہو شپروشکر

لے کے گھن ہائے چمن سے رنگ دبو
شووق سے پی پی کے غنچوں کے سبو

آئے جب اپنے چمن سے تو یہاں ۔ اس جہاں کو بھی بنا دگلتاں



علم و عمل

علم وہ جو ہر ہے جسکی آب و تاب
رُخ سے پرستی کے اللہ اے نتاب

علم ہے پیشک وہ نعمت لا جواب
فیض سے جس کے ہے گل دنیا کتاب

ذرہ ذرہ علم کا اک باب ہے
ایک اک شکرہ در نمایا بہ ہے

علم ہے وہ رہنمایا انسان کا
جس سے ملٹا ہے پتہ رحمان کا

اس سے ہے محظوظ دنیا کا بدن
یہ بدلوانا ہے اس کا پیر ہے

علم ہے بنیادِ ایجاد است کی
زندگی ہے اس سے احساسات کی

روشنی سے اس کی روشن ہے جہاں
اس کی گلکاری سے گلشن ہے جہاں

علم، دولت بے نظیر بے صثال
اس کے آگے پیچ ہے ہر گنج و مال

خرچ کرنے سے یہ بڑھتا جائیگا۔
چور کے ہاتھوں نہ ہرگز آئے گا۔

علم ہے میں اسکی مستی ہو گا ہے
اسکی مستی میں عمل کا جوش ہے

جام میں ہر دم چھلکتی جائے گی۔
پیتے جاؤ کے چھلکتی جائے گی

علم وہ چشمہ ہے پس جسکا کنار
چشمہ ہے یہاں ہے اس سے ثمر سار

تہہ میں اسکی آسمان کو پاؤ گے
ڈوب کر تاروں سے موٹی لاو گے

علم کی بادیہار سرخشد
ہر گل سادہ کے حق میں رنگ بو

اس کی ساری خدمتیں میں راز میں
سو ز بھرتا ہے صدائے ساز میں

الغرض ہے علم تفسیر حیات
علم کی آغوش میں ہے کائنات

علم ہر سانچے میں ڈھل سکتا نہیں
دل میں سب کے پھول پھل سکتا ہے

اس کی خاطر نیک سیرت چاہئے
شوقِ بے حد اور محنت چاہئے

لشمع سوزاں بن کے پگھلیں ہم اگر○ نور ہو گا اسکل دل میں جلوہ گر

علم سے ذہن فہم جو عالم بنے
رہ کے سرگرمِ عمل کا مل بنے

علم ہے گر بے عمل انسان میں
ایک لعل بے بہا ہے کان میں

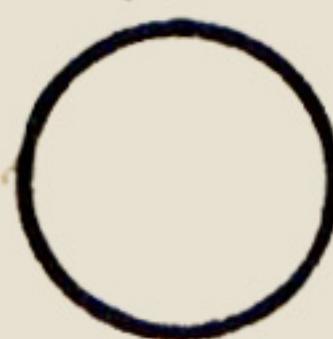
پشت خر پر بس کتب کا بارہ ہے
کیا نبر گھل ہے اُسے یا فارہ ہے

طالب علمو! یہ دیتا ہو دعا
وِ لے تھیں علم و عمل دونوں خدا

علم کا دے درد کے سینے میں ساز
جس سے پیدا دل میں ہو سوندگداز

درد کے پر شعیر میں ہوں وہ نکات
جن سے ہو تفسیر اسرار رحیات

تاکہ خدمت قوم کی وہ کر سکے ۔ ملک کے دامن میں ہوتی بھر کے



جوانی

جوانی برق بن کر جب رگو پے میں سما تی ہے
نئی دنیا بساتی ہے نئے منظر دکھاتی ہے

اڑاتی ہے جوانوں کو کبھی یہ آسمانوں میں
رگرا دیتی ہے لیجا کبھی تاریک غاروں میں

کہیں کیف سکوں بن کر کہیں سلسلہ بن کر
کہیں شرم و حیا بن کر کہیں ناز و ادب نکر

کہیں خاکے میں سادہ حسن کے یہ زنگ بھرتی
کہیں عشق و جنوں بن کر کسی کے سپر پڑھتی ہے

کہیں آتی ہے لے کر ساتھی اوصاصیطانی
کہیں آتی ہے بن کر باعث فیضانِ رحمانی

کبھی ذوق فقیری بن کے شہزادو میں آمد ہے
کبھی انداز شاہانہ غوریوں کو سکھاتی ہے

کبھی برباد کرتی ہے کسی کی زندگانی کو
کبھی آباد ہی رکھتی ہے یا انسانِ فانی کو

غرضِ بُرگنگ میں آتی ہو، ہجاؤتی ہے۔ ترقی اور تنزل کی تحریکیں، وکھاتی ہیں۔

نشے میں نوجوانی کے جوبے حد چور ہوتا ہے
متارِ زندگانی اپنے ہاتھوں سے وہ کھوتا ہے

بہت پُر لطف آتے ہیں نظر عنواں تباہی کے
چمکتے ہیں بظاہر ساز و ساماں رو سیاہی کے

سرابِ زندگی کو وہ سمجھ کر چشمہ حیواں !
حصولِ آب کی خاطر ہاکرتا ہے سرگردان

نشہِ صحر انور دی ہی میں جب آخر اترتا ہے
تو غافل ہوشیں آکر کفِ افسوس طیا ہے

گزر جاتی ہے آکر چاندنی جو چارون کی تھی
بنادیتی ہے ناپینا بچیا نک شب کی تاریخی

نہ اب وہ زور رکھا ہے وہ جذبہ اٹھو فانی
زدہ جوش و امنگفت و لولہ نہ دلکشی جو لانی

مقابل میں مگر کھسار ہوتے ہیں محیت کے
بلاؤں کی فضائی ہوتی ہے اور میدان آفت کے

سبھلٹی ہی نہیں برباد ہو کر زندگی اس کی
ندامت جانکسل بے فیض ہے شر زندگی اسکی

رسوائے یا سفر حسرہ زندگی سے ہیں ۰ یہ مر جھایا ہوا الوخیز غنیمۃ خوبیں کھلتا

جو انی کے نشے سے نوجوان جو کام لیتا ہے
وہ بڑھ کر محنت و کوشش کا دامن تھا ملیتہ

لگاتا ہی نہیں صرف وہ شراز عیش و عشت کو
سمجھتا ہے فریبی عالم رنگیں کی رنگت کو

نگاہ نکھڑے انجام عیش و یکھیتی ہے
حیں پر دوں میں پوشیدہ ملکت و یکھیتی

فریبِ نفسِ امارہ کی زد سے ہٹ چلنا ہے
خود کی رہبری میں جانبِ منزل نکلنا ہے

سہیشہ گامزن رہتا ہے شہراہ و ترقی پر
ڈرِ مقصود پالیتا ہے سرگرمِ عمل رہنگر

وہ قوم و ملک کی تعمیر کا سامان کرتا ہے
جو اہر لعل، موئی دامنوں میں سب کے بھرتا ہے

نجیل کرتی ہے ماہ و مہر کوتا پندگی اس کی
دوا می بن کے رہتی ہے درخشاں زندگی اس کی



کھیلے

بے خودی سے کیوں محل کر کھیلئے
کھیلنا ہی ہے سنبھل کر کھیلئے

زندگی کے کھیل کے میدان میں
موت کی زد سے بخل کر کھیلئے

شمع روشن ہو شبت تاریک میں
اس طرح محفل ہیں جل کر کھیلئے

بن کے ہر ناظر کے منتظر نظر
حسن کے ساپے میں ڈھل کر کھیلئے

تابعِ دستور رہئے ہر نفس
پیرتے ہر دم بدال کر کھیلئے

سر پھر اے نفسِ آمادہ بہت
پہلے اس کا سرچھل کر کھیلئے

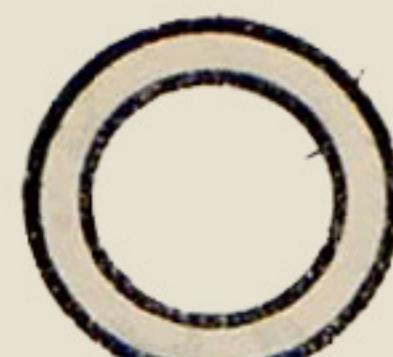
تگ دامانی تھب سے پرے
راستی کی راہ پل کر کھیلئے

رفعت و پستی میں جیت اور ہار کی!
سر جھد کا کر اور اچھل کر کھیلئے

عزم و استقلال کی آغوش میں
صبر کے ساتے میں پل کر کھیلئے

کھیل ہوا اوصاف و کردار آفترس
اس ارادے سے نہ ڈل کر کھیلئے

آنکھ میں الفت ہو دل میں درد ہو
اس طرح سے پھول پھل کر کھیلئے



طالب علم کے ارادے ۷

دیا عملم یوں جلتا چسلوں گا
جہاں کو منور بناتا چسلوں گا

جو گم میں فریبِ مجازی میں اُن کو
رسویٰ حقیقت بستاتا چسلوں گا

لہو کو جو گرمائے تر طپائے دل کو
وہ پر سوز نغمہ شنا تا چسلوں گا

مریے دل میں ہے علم کی برق تا باں
مر خرمن شر گرا اتا چسلوں گا

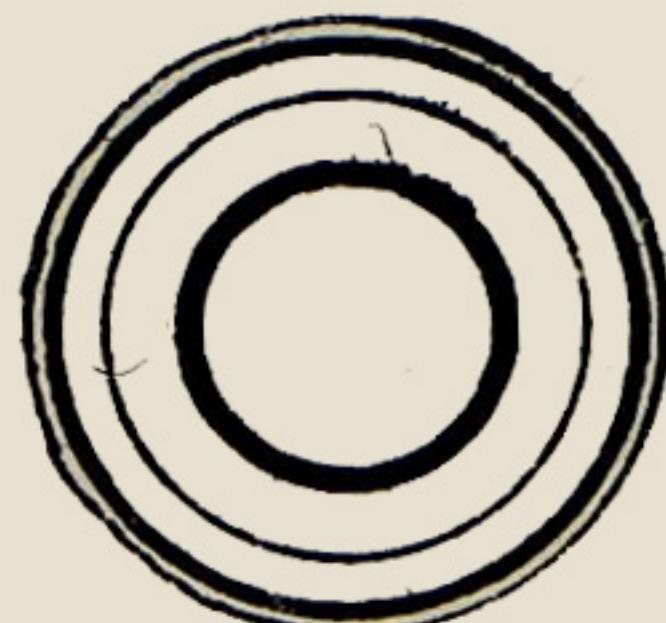
کروں گا کچھ اس طرح باتیں خدا کی
پر اک کو خدا سے ملا تا چسلوں گا

ضورت جہاں بھی ہو قربانیوں کی
وہن خون اپنا بہتا آچلوں کا

خزانہ میسر مجھے عملہ کا ہے
اُسے راہِ حق میں لٹاتا چلوں گا

مسرت قدم میرے چومے گی بڑہ کر
محبیت میں یوں مسکراتا چلوں گا

بدلتے ہیں تدبیر ہی سے مقدار
عمل کر کے قسمت بناتا چلوں گا





۳۶

طالب علم کے مقید قدر داں کی

خدمتِ عالیہ میں

آئے کہ ہے تو مرکزِ علم نظام زندگی
دے نہئے انداز سے ذوق پیا اُزندگی

آئے کہ ہے تو مہرا در ماہ تمام زندگی
تیر سے قبضے میں ہے علم صبح و شاہزادگی

آئے کہ تو امرت ہے ایسا شہنشاہی کام لئے
جس کے ہر قطرہ میں ہے کیف دو اُزندگی

آئے کہ ہے تو شاہرہ زندگی کا رہنا
راہ رو کو شوق سے بتلام مقام اُزندگی

آئے کہ تو اس وقت ایسا شہر سوار وقت
پنجہ سہمت میں ہے جسکے زمامِ زندگی

تیری خاموشی اس عالم میں جمود قوم سے
تری گویا میں ہے زنگِ خرامِ زندگی

لے خبر فر سودہ تر سے اپنا تعلیمی نظام
اٹھ نینے انداز سے کراہ تمامِ زندگی

الخلا نزدگی آئے قدر دان ہے منتظر!
دلے انو شکھ طرزِ سعد رس کتابِ زندگی

نوجوالِ دراصل جو ہر میں، مگر میں کامیں
جو ہری ہے تو انہیں دیے آبِ تازہ زندگی

آئے پسحاڈ و بستی جاتی ہے بعض نوجوان
چاہیئے اس کیلئے روحِ شبابِ زندگی

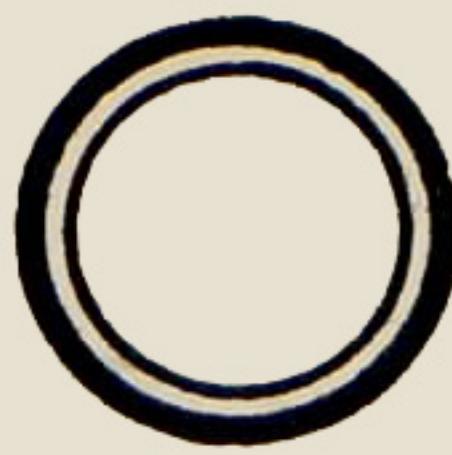
اگ بھڑکا دے تو کے استنشنا قلب میں
جس میں پہاں ہے پیش آمادہ تاب نہیں

وقت نازک تر ہے فوراً سو والوں کو جگا
سوت بن جائے گا ورنہ انکاخواز زندگی

قدار کے پرلو سے ذروں کو بناد افغا۔

منصب ہر زوجوان ہو آئے نازہ اُنقلہ

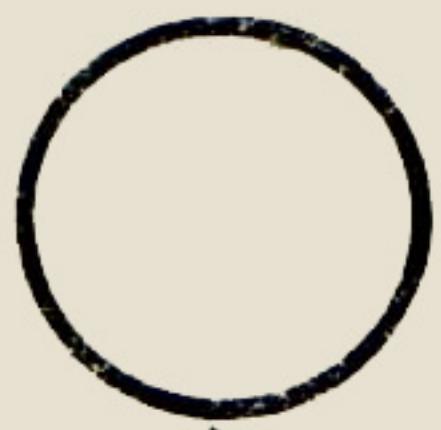
لپتوپ وریزہ بر
حصہ دوم (نوونظیں)
۱۰۰ - اشعار
مدرسین کی خدمات میں



حال

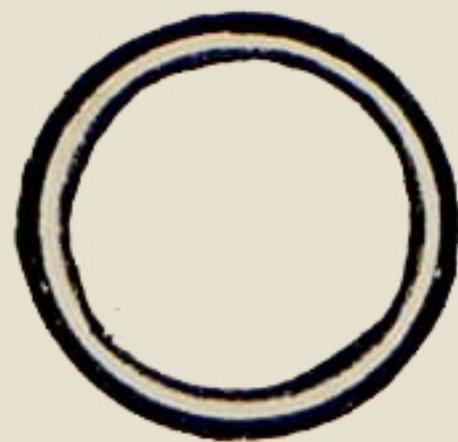
ہورہا ہے اس زمانے میں مدشھی کے
اس کی حالت ہورہی ہے دیدِ افسوس

کام کرنا ایسی حالت میں بہت دشوار ہے
منہکے کوشش پنجم میں پھر جائیا کو



مقام

مرتے مرتبے بھی یہ دیدیتا ہے جو سر قوم کو
میٹتے میٹتے بھی بنادیتا ہے بہتر قوم کو
بے حقیقت، ناتوان کچھئے مدرس کو مگر
مہرِ روحانی ہے کرتا ہے منور قوم کو



مدرس اور تدریس کا دو

قوم کی سیپی میں نہایا پر صیاغو ہر ہے تو !
دل منور جس سے ہو جاتے ہیں وہ جو ہر ہے تو

باغبان ہاں گلشنِ الطفال کا ہے باغبان !
تیرے قبضے میں ہے گلشن کی زمین و آسمان

تری ہستی ہے بھارِ گلشن و بادخزان
زہر بھی ہے تیرے سینے میں نہایا

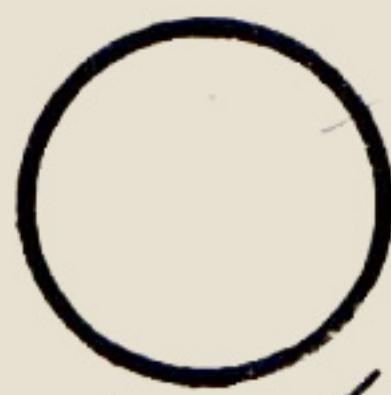
آپنے فن سے کام لے تو محترم معمار ہے
 القوم کی تعمیر کا کندھوں پہ تیرے بار ہے

ہوں ترے پیش نظر ہر وقت ایسے ہی اصول
جیسے ہوں لوہیز تھجھے جیسے خوش بودار پھول

جیسے قبضے میں سپاہی کے نتی تلوار ہو
جیسے کاریگر کے ہاتھوں میں نیا تھیسا رہ ہو

باڈشہ کی مارگ کے میں جیسے رہتا ہے وزیر
کارواں کے ساتھ ہو جیسے کوئی عاقل مشیر

کام لینا ان سے تری کا مرانی کی دلیل
درنہ بے جوش عمل بیکارہ ہے سب قال و قتل



مدرس کی شبست

کامیابی کے طریقوں پر رہتے تری نظر
جس سے ہو گا قوم کا تخلیق مٹا بار وار

ہو محبت قوم کی دل میں جگر میں درد ہو
قوم کی خدمت ہو جس کا کام تو وہ فرد ہو

مدرسے میں آکے سب فکر و پر شاکو ہوں
تو جماعت میں رہے یوں جیسے گلشن میں پھول

تند رستی کا نہوہ بن کے صحت کو دکھا
اپنی بے لوٹی کو اور اپنی قناع کو دکھا

مستعد ہی رہ تو انہی کبھی زائل نہ کر
یعنی پستی کی طرف خود کو کبھی مایل نہ کر

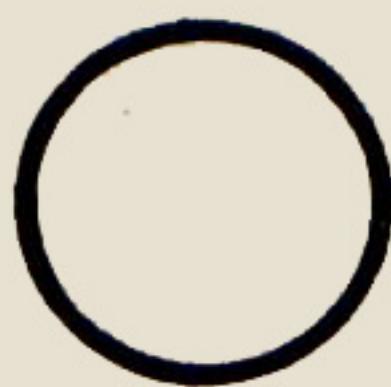
اتنا سخرا ہو جماعت میں مدین کا بس
خود خود بن جائے جو درسِ صفائی کی اس

ہر ادا غوب ہو دلکش ہو پر تاشیر ہو
رہبری کی تیرے ہر اندازہ میں تنویر ہو

تیری ہمدردی تیرے اخلاق اور تیرا کلام
تیری شفقت سارے بچوں پر طبیون کا احترام

تیرا بچوں سے تعاون اور تیری مہماں
مختصر ہے کہ تیری زندگانی مہماں

قوم کی خاطر ہو بے غرضانہ ہو بے باک ہو
تیرا دل، تیری نظر تیرا تخيیل پاک ہو



ضبطِ جماعت

نظم فطرت ہی سے قائم ہے نظامِ کائنات
ضبط کی آغوش میں پلتی ہے دنیا جیات

بزم قدرتِ خود نمونہ ہے نظامِ ضبط کا
ذریعہ ذریعہ تک مفترس ہے پامِ ضبط کا

منضبط حرکات میں روحِ روانِ زندگی
جن سے عالم کی ہے یہ پاسندگی تابندگی

ضبط کا قانون قدرت یوں سکھا ہے ہمیں
وقت کی پاسندِ خود ہو کر دکھاتی ہے ہمیں

موسموں کا یہ تغیر یہ طلوعِ آفتاب
تیر کی یہ شبِ درخششہ ستاری یہ ماہتاب

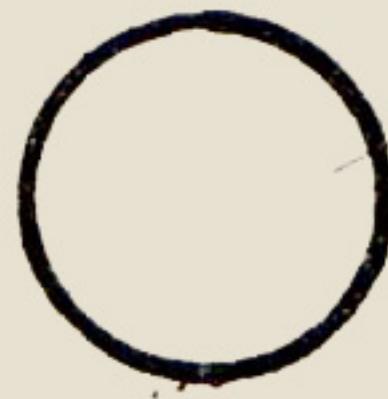
وقت پر ہیں محو تمیزِ جہان شش جہات
ان کی گردش ہی حقیقت یعنی دو راحیات

عقل والوں کیلئے ہے مدارک کائنات
جس میں فطرت ہے معلم کا شف سر جیات

تیری شخصیت ہے خود روح نظامِ مدرسہ
تیرا نظرِ دامنی ضبطِ دوامِ مدرسہ

زندگی تیری نمونہ سیرت و اخلاق کا
تیری ہستی ہے مکمل مدعای اسباق کا

تو ہے شمعِ بزم جو کچھ ہے تری تنویر ہے
مدرسہ کیا ہے؟ حقیقت میں تری تغیر ہے



خارجی ضبط

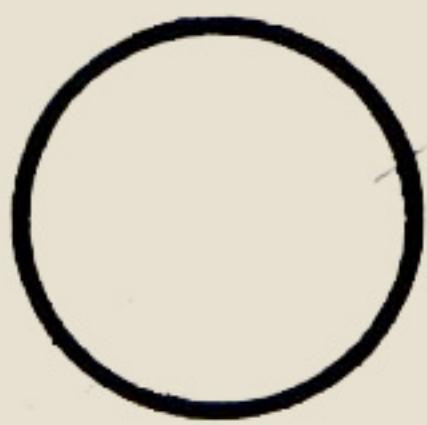
ضبط قائم ہو تو سکتا ہے جھٹکے
مارجب پڑتی ہے باز آتے ہیں پچھے سور سے

ضبط کا مکن ہے جھٹکی اور سرزا بھی قہام
خارجی پہلو ہیں یہ مانندِ تیغ بے نیام

دیکھ کر جھٹمال رہیگا کب پڑھائی کا نیال
چھوڑ دیتے گے در سرخوف سرزا سے نونہال

ضبط یہ موزوں ہیں ہمیوبیت مذوم ہے
اس کا تعصیاں ہے یعنی فائدہ موبہم ہے

مارہ جھٹکی، ڈانٹ اور اخراج سے پچھ کرنکل
ہونہا را جائیں قابو میں کچھ ایسی راہ چل



داخلی ضبط

طرزِ ضبطِ داخلی ہر حیثیت سے خوب ہے
دیرپا ہے دلکش و فطری ہے اور مروع ہے

ضبط احساس فرائض ضبط پاس دیگر ان
ضبط کے ساتھے میں ڈھلتی ہے جیا جاؤ دا

یعنی بچوں ہی کے ذمہ اس طرح ہوا تنام
ضبط کو سمجھاں خود بھی اپنا آک دیکھ پکام

حکمران ہوں خود ہی حاصل ہو انکو اقدار
اور سمجھاں تجھ کوئے ہے اک مہربان نگرانکار

اس عمل سے دل میں ان جوش ٹھہڑا جائے گا
آن کی خود فعلی ٹھہڑگی اور سلیقہ آئے گا

سپریت و کردار کی تشكیل ہو پیش نظر
تیری مشت خاک اگلے اس طرح لعل دگہڑ

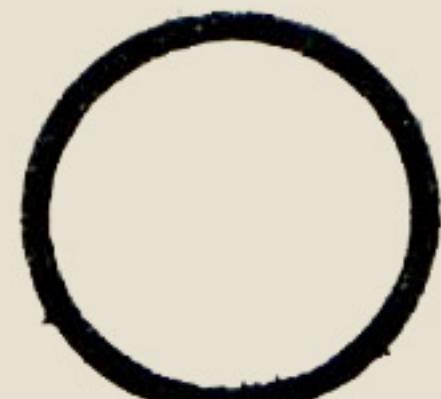
والدین اور رشتہ داروں سے تعاو بھی رہے
یعنی بچوں کی بھلائی کیلئے ہو مشورہ یہ

قدرتی انداز میں دل پر حکومت چاہئے
ضبط کی خاطر رہا کبھی پہ شفقت چاہئے

مرسم ہو قلب پر ایسا ہو انداز بیان
ہاں ! مہمات ادا مر سر کرے شریں زیان

منقصہ کچھ اس طرح سے مدد کا کام ہو
جس سے طبیار کے دماغ و جسم کو آرام ہو

یہ طریقے میں اگر کر لے تو ان کو اخیارہ
ملک کے دامن میں بھر سکتا ہے موئی بیشمار



تعاوُن

یہ جو ان رنگ و بو دلکشی سے حرثنا کر جائے
علم کے پہاں خزانے جس میں ہو وہ خاکر جائے

ذرہ ذرہ عالم زنگیں کا پر اسرار ہے
یعنی ہر ذرے کے سینے میں نہاں گلزار ہے

ربط پہاں ہے اس رونقِ بزمِ حیات
ارتبا ط باہمی د جہ قیامِ کائنات

منفرد کچھ بھی نہیں ہے کیا زمیں کیا آسمان
متعدد ہونے میں ان کے گھر میں بزمِ جہاں

جب زمیں دیتی ہے رسکس نجعِ الگ کھیں
پھر بھی جز سمسار تیرہ چولیں پھل سکتا ہے

نوہالوں کی ترقی پ کا ہے اسپر انحصار
سرپرستوں اور معلمین میں ہو ربطِ خوشگوار

مل کے دونوں نوہالوں کی نگہداں کیس
انہیں پیدا خلقِ دا علی و صفتِ انسانی کیس

اک طرف بچوں کو خود آوارہ گردی کے سند
درستے کی دوسری جانب فضایقید و بند

اک طرف بدھیوں کی حوصلہ فرازِ الٰہی ہے
دوسری جانب معلم خلق کا شیدِ الٰہی ہے

اک طرف جھوٹ اور دعا کے منہج سامنے
دوسری جانب پیس سب صد و صفا مرحلے

اک طرف ہیں گالیاں تکڑا جھگڑا طبیشور
دوسری جانب ثرافتِ اعزت اور اعلیٰ وفا

اک طرف گھلیا ہیں اور آوارہ گرد احباہ ہیں
دوسری جانب فقط تعلیم کے اسباب ہیں

اک طرف اندھی محبت میں تباہی کا وجود
دوسری جانب نصیحت میں ترقی کی نمود

جاتے آخوند کس طرف معصوماً نادا ہو نہار
کلسویہ با دخراں سمجھے کسے با دبہار

فطرتاً اندھی محبت کی طرف ہی جائیگا
گھر کا یہ ما حول بد سر پر تباہی لا جائیگا

جذبہ خدمت ترے سینے میں گریتا ہے
جو شس ہے ذوقِ عمل ہے فطرت سیما ہے

اس بُرے ما حول تکڑے اڑا سکنا، تو
حسبِ نواہش اک نئی زندگی اس سکتا، تو

سرپرستوں کے تعاون سے پاکِ القلب
خوب بن سکتا ہے کوشش سے تری اک خراب

وقت فرست توحیم النّاس سے ملٹا رہے
قوم کا چاکِ گری باس اس طرح سلطان ہے

اس کی حاطر جلسہ ہائی کام سے بھی کام لے
جس قدر ممکن ہو تو نہ پریس نہیں پیدا کرے

دل میں کر سکتا ہے سب کے بوسان غم و حزن
یوں سدا سر بر زد کھسکتا ہے تو اپنا پھمن

ملک و ملت کی اگر خدمت ہو اس انداز سے
استفادہ کر سکیں گے سب تری پر از سے

تدریس و تاریخ

اے مُعَلِّم نو نہالان وطن میں سامنے
ہو نہاران وطن جان وطن میں سامنے

سامنے جو سر میں وہ پوشیدہ ہے حن کی چمک
ایسے غنچے بندابھی پیمنے میں ہے جنکی ہمک

واسطے انجے بن اپر سانس کو با دھما
فرض اپنا کر نہایت شوق و محنت آدا

تجھ سے اب تاریخ یہ طریقے کی خاطر آئیں
اپنے دامن میں تجھ بھرنیکی خاطر آئے میں

آئے میں سننے کی خاطر و استان زندگی
کیونکہ بغا ہے انہیں رو ج رو ان زندگی

کھیل موزوں ہے جوانہ دی سکھا نے کیلئے
جذبہ سبقت کو، ہمت کو بڑھانے کیلئے

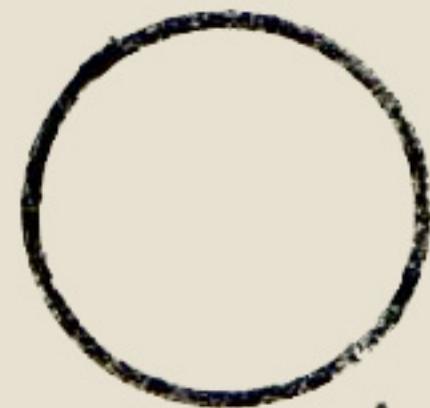
کھیل میں تعمیر سیرت کا اگر انداز ہو
ہر کھلاڑی آج کا سل قوم کا جان بازار ہو

صبر اور ایثار کا احساس پیدا ہو اگر
سینکھ لیں گے ٹک کی خدمت کا تھیلوں نہیں خر

پڑھنا لکھنا کام ہے اور کھیل بھی اک کام ہے
نخیل سے بے بہرہ جو بچہ رہے ہے وہ خام ہے

سیرت د کر دار سازی مقصد بازی ہو گر
درد پاڑی گریہی بن جائیں گے نعل و ٹکہر





زاد از نصان مصروفیات

خزانہ ہے پر لمحہ زندگی
کہ ہے پر نفس بہر پاندگی

ہر اک آن سے وقت تعبیر کا
مدار اس پہ ہے قصر تدبیر کا

جده سر دیکھ لجھے ہیں مصروفیات
انہی سے ہے ہنگامہ کائنات

یہ کہتا ہے ہر ذرہ بیس قرار
جو بیکار ہے وہ اجل کاشکار

مُعَلِّم جو مُدْت کام عمار ہے
جو خدمت کے بذبھے سے رشاد ہے

وہ پچوں کا ہر وقت نگران ہے
حقیقت میں ان کا نگہبان ہے

وہ پچوں کو سکارہ رہنے نہ دیے
برائی کے دھارے میں رہنے نہ دیے

پچے وقت جو کھیل اور کام سے
وہ پچوں کو اس وقت بھی کام دے

وہ کام ایسا جس سے مسرت بڑھے
لیاقت بڑھے قابلیت بڑھے

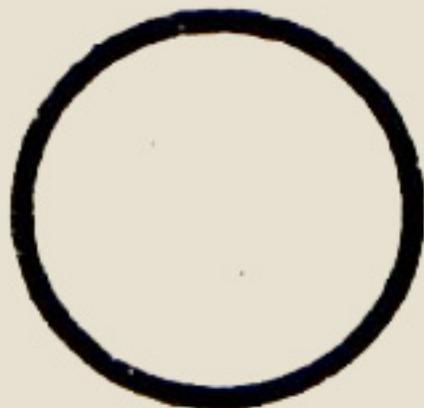
لہ پیش و لہ تہبر حصہ سوم

۱۔ نظمیں ۱۳۳ - اشعار

۲۔ غزلیں " - ۸۳

۳۔ قطعات " - ۲۲

قدرت انوں کی خدا میں



الدرستِ التجا

آپنے معلوم کو مخلوق بنانے والے
آپنے اعجاز سے مرد کو جلانے والے

شیز بھی آپنے مادر سے ملا والے
نعمتیں ساری بذریعہ کھلاؤ والے

میری خاطر ہی عالم کو پا والے
مری خدمت میں ہر اک شیء کو لگاؤ والے

تحقیق کے سوتا ہوں بآغوش کسی پھر میں
روہ کے بیدار محبت سے سُلانے والے

تیر سے احسان گناہوں یہ کھہاں ممکن ہے
میرا سر تاریخ خلافت سے سجانے والے

مرے محسن ترے احسان کا پیکر ہو نہیں
سامنے میرے فرشتوں کو جھکانے والے

کیا سجدے سے جوانخوار وہ مردود ہوا
دیکے رتبہ میری توف پر بڑا نے والے

بندگی کیلئے تخلیق کیا ہے مجھ کو
نکھلہ کے "عبدیع" بڑی الفت بلادے

مُعْرِف ہوں کہ بہت جاہل و ظالم ہو نہیں
علم کے، نور کے فیضان میں لا دالے

تیرکاظم و عنایات کا ممنون ہو نہیں
نفس و ابلیس کی ہرز دسے پھا دالے

الجا دروکی ہے راہِ الماعت میں یہی
تحام کر ہاتھ چلا مجھ کو جلا دالے



بے مثل ساقی

نظر شراب ہے دل خم ہے آنکھ پسخانہ
ہمارا ساقی بے مثل خود ہے میخانہ

ز ہے نصیب کہ اس سیکرے میں جائیجئے
جهان نہیں کوئی بیکاش خرد سے بینگانہ

دو آتش توہاں کی شراب ہے لیکن!
نہاں نشے میں ہے کیفیتِ خیکھانہ

نشے کے زور نے معابر دید کیا بدلا
رہا نہ دوئے حقیقت پہ زنگِ افسانہ

نشاطِ عیش امارتِ نشے میں چھو گئے
سر و زخم بُنی زندگی نقیر امنہ

فِدَاءِ میں رند کچھ اس طرح پائے ساقی پر
نشارہ شمع پہ جوں ہو سن کا نہ پروانہ

جہاں میں ہو گئی مشہورہ اس کی دانائی
بنالیا جسے ساقی نے اپنا دیوا منہ

سرورِ قلب و نظر لے سکا نہ ساقی سے
فریب ہوش و خرد کھارہ ہا ہے فرزانہ

رنگے میں زنگ میں ساقی کے اس طرح میکش
گھبرہر ہوں جیسے صدف کے تماں میدانہ

نشہ نشہ سے آتارا چھڑائی مسے سے مسے
طریقِ ساقی جان بخش ہے فرپمانہ

شرابِ امن پلاٹی ہے جنگ بازوں کو
سرور جس کا بنایا شیوه شیرپمانہ

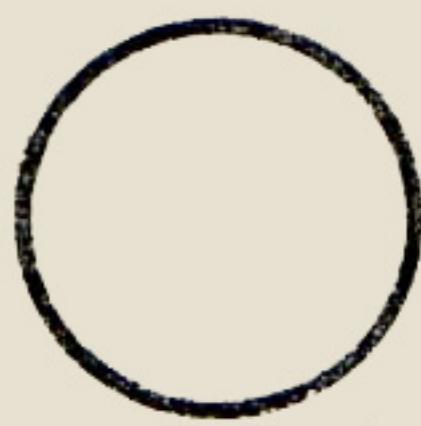
بنا کے مست امیروں کو دی ہے فیاضی
پلا کے شان غریبوں کو دی امیرانہ

سرورِ خلق سے تھاما ہے نوع انسان کو
نشیے میں جہل کے کردار تھا بہی سماں

بلادہ فیض کہ رندوں نے بڑھ کے ساقی کو
دیا ہے مال و زر و جسم و جان کا نذرانہ

کھلا ہے آج بھی اس سیکھ لے کا دروازہ
پسیں وہ جن کو طلا ہے مزاج رندانہ

صلائے عالم ہے دنیا کے میکشون کیلئے
ہر کو درد ملا سیکشی کا پروانہ



انقلاب سخن

مُہر دو روکیف کا سامان شاعر نہی
سخن کی بزم میں دسم صنم کری نہی

بیان حُسن نہ ذکر اداے معمشوقی
گلہ استئتم کا استمگرگی دلبہی نہ رہی

نہ استعارۃ گھل اور نہ تشبیہ شہر
دہانہ وصف کھمر لب کی پنکھ طہی نہی

کہیگا آمدِ محبوب پر نہ اب شاعر
پھر اس کے بعد پھر انویں روشنی نہی

لہاں ذکر رکھ و زلف عینیں باقی
وہ چاندنی کے تصویر کی تیرگی نہ رہی

کھانی دصل کی نے داستان فرقت ہے
گھر سے اشک وہ گلبار سی ہنسی نہ رہی

چکور و چاند گئے گم ہونے گل دبل
میں سخن میں وہ مااضی کی چاشنی نہ رہی

نہ حسن علّت و صنعت نہ وہ غلویاں
وہ واہ واہ کی خواہش وہ بہمی رہی

بدل گئے ہیں مقاصد بدل گیا عالم
کہ صرف عشق کی خاطر غم و خوشی نہ رہی

ہوئی ہے قوم جو میدار خواب غفلت سے
نشاط و عیش کی محفل جو تھی جمی نہ رہی

کچھ اس طرح سے اٹھا قوم کا جوان شاعر
کہ قلبِ قوم میں مااضی کی بے بی رہی

اک انقلاب کا نعرہ ہے نغمہ شاعر
سلاے قوم کو جو ایسی راکنی نہ رہی

وہ تازیانہ مر برقی ہوشیار
کہ جس کی ضرب سے باقی غنوڈگی نہ رہی

عمل کی بات ہے جذبہ عمل کا فکرِ حمل
ہنسی مذاق کی باتیں وہ دل گئی نہ رہی

بڑھا رہی ہے ہر اک فن میں قوم کو آگے
کہ شاعری کیلئے وقف شاعر نہ رہی

کلام کیا ہے بیانِ تلحیخ ترحقایقِ کا
اثر سے جس کے کسی دل میں پھر سمجھنہ رہی

ستخن میں ذوقِ عمل کا اثر نہ مایاں ہے
عمل کے جوش میں باقی فردگی نہ رہی

چراغِ حال میں ہیں چند عجدهِ ماضی کے
کچھ اس طرح سے کہ اب آئیں وشنی رہی

مشاعرے تو ہیں شیعِ مشاعرہ ہے کہاں؟
جو کام تھا وہ رہا رہ کشم پر دری نہیں

یہ اُن قلابُ سخن درودِ دل کے بآہے
نہیں ہے درد تو سمیح حکم کہ آگہی نہ رہی

بَاتٌ

بَاتٌ كُيَا ہے، کشف احساسات کا
آئینہ ہے دل کے الہامات کا

مہرِ فلاکِ تخیل بَاتٌ ہے
رُزْ تارا ہے خموشی رات ہے

منظہرِ کیفیت جذبات ہے
دل کے سوز و ساز کی برباد ہے

ہر سر بستہ ہر اک انسان ہے
بَاتٌ سے ظاہر ہر اک کی شائے ہے

بَاتٌ ہی تایخ کا آغاز ہے
بَاتٌ ہی سے مُنکشف ہر راز ہے

بات ہی سے ہیں کتب خا بھریے
جس طرح ملتے سے ہوں پیمانے بھرے

بات نوحہ بات ہی ہے تہنیت
بات حمد و بات نعمت و منقبت

بات ہی تقدیم ہے تو صیف ہے
بصہرہ ہے، سجو ہے تو عریف ہے

طنز کی صورت میں یہ تیزاب ہے
بہت ہمی کی بات اک سیلا ب ہے

بن کے نعمہ کیف برساتی ہے یہ
شعر بن کر دل پہ چھا جاتی ہے یہ

شور و غوغاب بن کے محشر خنزہ ہے
سفراتی گولیوں سے تیز ہے

اس کی شیرینی ہے ثربت کھہا
رام ہو جاتا ہے اس سے اک جہاں

تلخ ہو کر زیر قاتل بن گئی
جذبہ نفرت کا حاصل بن گئی

جلوہ گر ہے بات ہی سے خیر و شر
انقلابی اسکا ہر عجب دندر

بے عمل کی بات اک بکواس ہے
بد گھماں کی بات ہی دسواس ہے

بات کی خاطر ہی جس کی بات ہے
اپسے با توں کا حاصل مات ہے

بات جس کی جوہر کردار ہے
منع جوشِ عمل شہر کارہ ہے

بات سے پیدا ہے روحِ زندگی
ہے یہی کشتنیِ نوحِ زندگی

زندگی میت سے سوا جوشِ بیان
اس کے ممنون انقلاباتِ جہاں

رُوْضَلْ گئے دِلِ مصطفیٰؐ کی بات سے
منقلب عالم صفاؑ کی بات سے

مُنْهَنْ بُنْجَ کا ہے خدا کی بات ہے
بات تسلیم و رضا کی بات ہے

بات اُن کی بات کی معراج ہے
نکل موشر جس قدر تھی آج ہے

بات علیسیؑ کی ہے وہ عفو و کرم
جس کے آگے سرتند دن کا ہے خم

بات موسیؑ کی جدالِ کبریا
بات ہے فرعون کی کذب و بُریا

بات ابراہیم کی باغِ حناء
بات ہے نمرود کی آتشِ فشاں

بات اسماعیل کی ایثار ہے
جس سے ناطق خود چھڑی کی دھارے

بات گو تم کی ہے تو یہ ضمیر
بادشاہوں کو بناتی ہے فقیر

بات اس کی نیزہ کی تعبیر ہے
زندگی کے راز کی تفسیر ہے

بات نے گو تم کی جب گرما دیا
دل نے خود اپنے بتوں کو ڈھار دیا

بات لا فانی ہے اور موجود ہے
قوت سامع مگر بحث دو دے

گوفضائیں صوت کی آمواج ہیں
ہم مگر آلات کے محتاج ہیں

کاش پائیں وہ نئے آلات ستم
سن سکیں ماٹی کی جن سے باہم

درد حاصل پھر تھیں وہ بات ہو
کشید دل کے حق میں جو برسات ہو



ذرہ

تَحْيِيْر خیز ہے عالم میں حق کی جلوہ آرائی
کہ پہلے جس سے ہستی مہر عالم تاب نے پائی

نگاہوں کو ملی نورِ بصیرت سے یہ گرانی
بخلی مہر کی ذرے سے کے آئینے میں نظر آئی

جسے کہتے ہیں ذرہ مہر پارہ ہے حقیقت میں
جدالی مہر سے ذرے کی ہے ہنگامہ آرائی

ہوا کے دش پر محوس فردیکھا کبھی اسکو نہ
کبھی دیکھا اسے دریا کی رویدان بیان لیا

کبھی روندا کبھی کھلا کبھی پسا گیا ہے یہ
رہا ہر حال میں لیکن بلند تی کا تمثای

گرا یا ہے نظر سے کوہ و دریا نے ہواں نے
مھیبت کو نسیخ تھی اس سے جو آ کر نہ مکرانی

مُسَلِّسلُ ضبط سے اس کے مکمل اس کی طاعت سے
بلطفتی گئی آ کر تمبا اس کی برا آئی

مَصَابُ سَهْرَهُ كَيْ پَهْرَمْ هُوْ گِيَا زَرْ خِيرْ خَذَهُ
زَمِينَ سَهْرَهُ چَرْهَهُ گِيَا پَوْدَهُ مَيْنَ بَهْرَهُ دَرْفَهُ

بلندی کی طلب نے گل بن اکر شاخ پر لایا
مزاقِ دلکشی سے مل گیا سامانِ رعنائی

کنارِ اکر لیا چھرِ حسن، زنگِ دبو کے عالم سے
سمجھ کر رہ گئے غافل اسے نادان سودا

سفر ہے زندگی اس کی گز کر عیش و رات سے
شم میں تھم بن کر اگیا فوت کا شیدائی

نمو کے جوش میں جذبِ دلکش کا ایسا عالم
کہ برقِ آساتن بے جا میں اسکے زندگی آئی

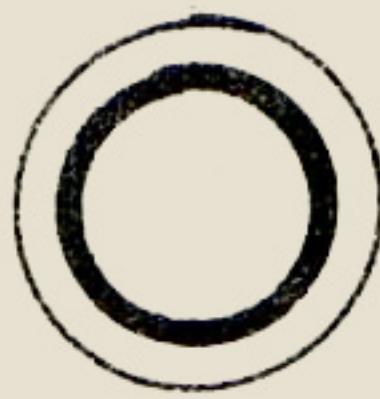
تھا ضا زندگی کا تھا کہ سرگرم عمل رہتا
پے سہوش و خرد فہم و فراست نطق و دانی

خدا بن کر لہو میں ہو گیا انسان کے شامل
پہیں اُس کی خودی نے اپنی کامل شکریہ

خلیفہ حق تعالیٰ کا بنے یہ دُھن سماں ہے
ادھرِ فوت پہ نظریں ہیں ادھر قبضے ہئیں

ترقی کر کے اس نے خلق کے معیار آپنائے
میسر ہو گئی افلک پر بھی عرش پہنائی

جہاں مہر میں دیکھا ہے میں دہ دزیرے کو
دیکھا کر مہر کا پرتو ہے مصروف چبیں سائی



پودا

وہ نجع جو مٹی میں دبایا ہے جانا
مٹتا ہے بہر حال آگایا ہے جانا

قوت سے زمیں پیر کے پودا نکل آیا
کس بل کبھی مٹی میں دبایا ہے جانا

مٹی سے نمی مہر سے لے لے کے حرارت
محنت جونہ کرتا تو بڑھایا ہے جانا

ہو جاتا ہے برسات سے پانی تو فراہم
پیناؤ سے پڑتا ہے پلا یا ہے جانا

حاصل ہے مسماۃ کئی بہر نفس
مر جائے اگر تھٹ کے جسلے یا ہے جانا

یہ پھول کھللاتے ہوتے نازل ہے جمیں
پھلتا ہے تو سراس سے اٹھایا نہیں جاتا

حوال میں پودے کے ہے جب درس بھیرت
جیوں فائدہ پھر اس سے اٹھایا نہیں جاتا

قدرت کے قوانین کا پابند نہیں جو
فطرت کی سزا تو ہے بچایا نہیں جاتا

پستی سے خودی جس کی ابھرتی نہیں خودی
دپ کر یونہی مرتا ہے چلا یا نہیں جاتا

آفات سے نکر کے جو بڑھ جائے نہ آگے
غالب اُسے دنیا میں بنایا نہیں جاتا

پیغامِ عمل پا کئے بھی غفلت میں رہے جو
میدانِ عمل میں اُسے لا یا نہیں جاتا

وہ نیک جو اور وکوہ اپنا ساختائے
پہلوئے بقا اس میں بھی پایا نہیں جاتا

یہ درس بھی اے درد ہے لپوک کے عمل میں
ہنگامِ عمل شور مجایا نہیں جاتا !!

مِعْمَارِ فُؤُمٍ

قوم صدیوں سے نلامی کی جہاں خوگر ہوئی
بے بصر، بے لبس ہوئی، غارتگر چوہر، ہوئی

روز افزدوں تھا تجاءل کا مخالف کا اثر
بندگویا ہو گیا تھا دیدہ معنی انگر

آہ انداز قوم ظاہری میں تھی الجھی ہوئی
بات باطن کی نہ کھتنا تھا کوئی سلب جھی ہوئی

ایک ہٹکامہ بنا تھا جذبہ گفار سے
بے رخی تھی عام حسن سیرت و کردار سے

دل شکستہ پست ہمت منتشر افکار تھے
قوم کے افراد باہم برس رپیکار تھے

روح فرسا جانگل میں منظر تھا اک تخریب کا
سر زمینِ ہند کیا تھی گھر تھا اک تخریب کا

ایسے عالم میں اٹھا معمار اک گجرات سے
جیسے روشن دن بھل آئے انڈھیری رائے

دیدہ در تھا ناطا ہر و باطن پر تھی جسکی نظر
قوم کے بد لئے ہوئے حالات سے تھا باغیر

وہ دلوں کو جوڑ نے والا عجوب فنکار تھا
جس کی باتوں میں جھملکتا جوہر کردار تھا

تو م پرسب کو مجھ لٹا کر رہبری کرتا رہا
جان کی بازی لگا کر رہبری کرتا رہا

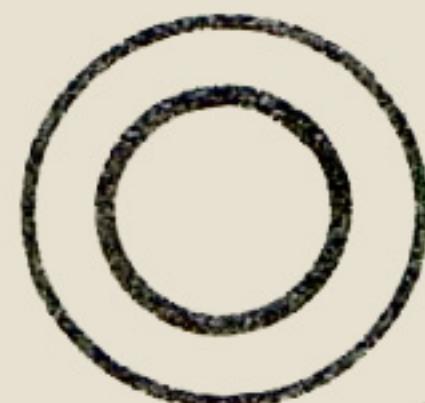
چشمِ ظاہر بس کو پلٹایا ہے باطن کی طرف
 القوم کو اپنی بلایارات سے دن کی طرف

ھا لفظوں میں سُتایا دشمنِ جان کون ہے
اور گولی کھا کے بستلایا مہر پاں کون ہے

تنگی دل کو تعصیب کو عدد فرمادیا
ظلکم کو ظالم کے حق ہی میں بُرا بستلادیا

زور آہمسا کا دکھایا ہے کچھ اس انداز سے
نا تو انوں کو حکومت مل گئی جان باز سے

جان دیکھر قوم کی تعمیر میں مشغول ہے
درد دل ہے خونچکاں سینے پر زنگیں چھوٹ ہے



وَعْدَةٌ

تُطْبُ أَنْجُونِي وَفُورِ شَرْقِ مِيں قِبْلَتَهَا
تَلَاطِمُ خَيْرِ طَوْفَانُوں مِيں كَشْتِيٰ كَائِنَاتَهُ

بُرْحَى جاتی ہے لکڑاتی ہوئی مخدوش موجودتے
مہارت ناخدا کی دید کے قابل ہے منتظر

} مُسَا فَرْ كَبَرْ ہے میں مشکلیں آسنا کرو دینگے
} بُرْ ہے جا نا نخدا ہم جان بھی قُرْبَان کرو دینگے

شیامت خیر طوفانوں کی پرواکیا کریں ہم
کہ ایسے سیکڑوں طوفان ہماری ہے دل یہ تھیں ہیں

کلیچا چیر د موجود کا جو کشتی ہی ایسی ہے
ہمارا حال ہے یہ ناخدا پر دل ہے شدایں

پکھلی کر دا بے کشتنی کھنے کردا، جل میں
روال کشتنی سوئے منزلہ رہ پئے سیلا، چکر میں

سمند زخمی ہمارا، اور سائل ہمارا،
ہمارے پس میں ہیں طوفان پر آندھیا ساری

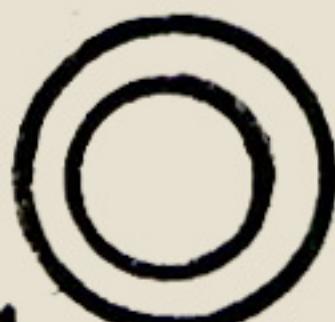
ہمارے عزم اور قوت کا اندازہ نہیں
عوامی جوش و جذبہ ہر زمانے میں رہا بھاری

تلکے نور سے سمدرہ کو تور سکتے ہیں
اشتارے ہی سے طوفانوں کے رخ کو ٹوڑ سکتے ہیں

ہم اپنے ناخدا کو، اور کشتی کو بھائینگ
وفادری کے قربانی کے نظارے دکھائیں گے

بنا کر ہم لہوتا رنخ کو رنگیں بنائیں گے
لگا کر جان کی بازی ہم اپنے سرکلائیں گے

نہیں ہے فرق قول و فعل میں ثابت یہ کہ دینگے
جہراً من و اماں کے ہند کی کشتی میں بھر دینگے



جو اہر لال

تونے واضح کر دیا مگر اپنا مقام زندگی
زندگی تیری ہے اب گویا پیام زندگی
بن کے جوہر ہر تو نے دکھلانی چمک احوال کی
جلوہ گر جس سے ہوا نگہ نظام زندگی

بات پیغامِ عمل تیری ہے تو وقفِ عمل
تیر قول و فعل ہے جو شرخِ امام زندگی
ایک ہوتی سے جو اہر لال ظاہر ہو گئے
صبح تاباں ہیں جو اہر لال شام زندگی
کیا تباہ کس بلکی ہے کشش کردار میں
بن گیا کردار ہی گویا نہ ماں زندگی
تیر سے منصوب ہے تیر فکر رہسا، جوشِ عمل!
ہند میں قائم ہے انس سے اہتمامِ زندگی

درد فکرِ قوم ہے دل میں جو اہر لال کے
بادہ الفت سے ہے بربیز جسماں زندگی

شہلیں



کہا میں نے کہ بے پرده مجھے جلوہ رکھتا جا
کہا اس نے خود اپنی آنکھ سے پرداہا تھا جا

کہا میں نے کہ حسن بیکار کے طرح پہنچوں
کہا اس نے حیر کم ذات کی راہوں پر آنا جا

کہا میں نے کہ فیضِ حسن سے حرم کیوں ہوئیں
کہا نفسِ حوس پرور کو پہلو سے ہٹاتا جا

کہا میں نے بُرگ کر بلہ بھی ہے کہ م تیرا
اشارے سے بتایا راز ہے اسکو چھپتا جا

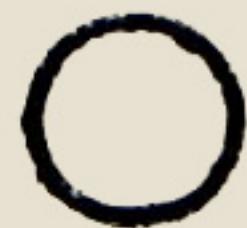
کہا میں نے کہ حسنِ خلق سے الفت نہیں ہوتی
کہا اس نے کہ معیارِ نظر اپنا بڑھاتا جا

کہا میں نے مٹانے کیلئے مجھ کو بنایا ہے
کہا اس نے اسی احساس کو اپنے مٹاتا جا

کہا میں نے دعا سے درد کیوں پیدا نہیں ہوتا
کہا اس نے کہ دل کو درد قابل بناتا جا



کھلوں سے کھلایا جا رہا ہے تجھے اے دل بخایا جا رہا ہے
 فریبِ عستیٰ موعوم ہے یہ تاشا ساد کھایا جا رہا ہے
 خرد مخدود دل نادان دیکر بمحکیوں آزمایا جا رہا ہے
 جہاں سے میں نکلو ایا گیا تھا دمیں پھر اب بُلا یا جا رہا ہے
 رہ پر پیچ دشمن پر کارروائی کو اشاروں سے چلایا جا رہا ہے
 نظر کے سامنے منزل ہے دشمن کوئی قدموں سے چھٹا جا رہا ہے
 مصیبت کا سبب آیا سمجھیں ستاکر سکرایا جا رہا ہے
 اُسی کوڑھونڈتا ہوں درد پھرم جو محیرے دل میں پایا جا رہا ہے



ہو گیا ہے رُخِ مِرادِل کی طرف جا رہا ہوں اپنی منزل کی طرف
 اہلِ ساحل دیسِ دعائیں شوق سے پھرنا آؤں گا میں ساحل کی طرف
 کیسے کوٹوں عالم پر نور سے بادِ آتشِ آب اور گل کی طرف
 تپر نظر وں کے برستے ہی رہے پرنا آیا کوئیِ محیمل کی طرف
 میں نگاہِ ناز کا مقتول ہوں دل ہے میرا اپنے قاتل کی طرف
 ہونہ جاتےِ مرضِ محلِ ذوقِ سفر اک نظر کے برقِ حاصل کی طرف
 نفس کا بالِ نقش عرفان ہو گیا دیدہِ حیراں ہے کامل کی طرف
 فضل کا ایقانِ کامل ہو اگر دیکھتے کیا مذہبِ فضل کی طرف
 درد کا ہر آن میں ممنون ہوں
 اس مسیحی کا ہے رُخِ دل کی طرف

مٹو

O

تُرپ ہے قلب میں صدقِ طلب سے
زبانِ کھلتی نہیں حسنِ ادب سے

نظرِ میری پیر طری ہے اُن پہ جب سے
میں سب میں رہ کے پیکا ہوں سب سے

بیانِ مدعایوں کو ہو لے سے
نہ پوچھو ما جرا گئے روزہ نشے

ملا ہے درسِ عبرت بولہ سے
ہوا برباد اپنے ماس سے

یونہی توبہ شکن نظرت ہے کب سے
یہی ہر بار وعدہ ہے کہ اب سے

مرسیہب ہو گیا طاہر سب سے
ہوا مرلوب واقف اپنے رب سے

ملا ہے درد کی فخر نہ سے
ملا سب کچھ تجھے آرمی لقب سے



دل اگر آئیں نہیں ہوتا
حسن جلوہ نہیں نہیں ہوتا

میں کبھی لب کشا نہیں نہیں ہوتا
حال کیا ماجرہ نہیں نہیں ہوتا

گھٹ کے انسا کیا نہیں نہیں ہوتا
بڑھ کے لیکن خدا نہیں نہیں ہوتا

دل میں جب ماسوں نہیں نہیں ہوتا
آپ سے میں جد انبیاء نہیں نہیں ہوتا

جس کا وعدہ رفاقت نہیں نہیں ہوتا
وہ مرا دلربا نہیں نہیں ہوتا

جس کو اپنا پتھر نہیں نہیں ہوتا
آپ سے آشنا نہیں نہیں ہوتا

صرف احساس کی قیامت سے
درد محشر بپا نہیں نہیں ہوتا



فعلِ عجیث ہے کہ بُنَا خالی فاتح قوم ہے کرنے والی
 کرنا مشکل کہ بُنَا آسائ کرنے کی ہے شانِ تراں
 من آنم کردار کا جلوہ پُرم سلطان خاگ خیالی
 کہ بُنَا دینا ہے دعویٰ باطل کر لینا شہر کار مثالی
 کرنا پکھولتا پھلتا پو دا
 کہتے رہنا سو کھنی ڈالی
 کرنے ہے تعمیر کا سامان
 کہ بُنَا خو تنجیب کی پالی
 کرنے کا انجام ہے اعلیٰ
 کہنے کی جھولی ہے خالی
 کرنے کا بھپور ہے دامن
 کہنے کی صورت ہے سخاوت
 کہ بُنَا ہے ایکاں کا تھاضا
 کرنے کا اک حال فرشتے
 کہ بُنَا شیطان کا انکار ہے قالی
 دارِ عمل ہے درد یہ دنیا
 مانگ دعائیں بھی احوالی



یہ سمجھاؤں کیوں نکرست تم میں گرم ہے
 بتاؤں یہ کیسے مستست میں غشم ہے
 خزان میں بہاروں کی ہے آن پہاڑ
 خزان کی بہاروں میں شانِ اُتم ہے
 پہ آخو شش شر ہے جہا علیش و عشت
 وہ میں پہلوئے خیر میں کیوں الہم ہے
 تباہی کا سایہ ترقی کے سر پر ا
 ترقی تباہی کے زیر قدم ہے
 جو پانی میں ہے آگ بجلی کی صورت
 بخارات ہیں آتشیں نہیں نہم ہے
 تحریر کے عالم میں بس اک تحملی
 تفکر میں دنیا رئے نور و ظلم ہے
 تخیل میں ساكت ہے گویا زبان بھی
 خنوشی میں ناطق زبان قلم ہے

جدا میں شفا و مرض دیکھنے میں
مگر ایک میں ایک دراصل ضمیر ہے

بڑا لاءِ ہے اک ربط امن اور جنگ میں
نہ ہو ایک تو دوسرا بھی عدہ مم ہے

جہاں سر قلم ہو کے جس کا گمراہ ہے
وہ میں نام کا اُس کے اوپر چا عمل ہے

جسے سُم صحّتے ہیں تریاق ہے وہ
جو تریاق ہے وہ حقیقت میں سُم ہے

خمر دیر کھلیں کیسے اسرارِ حکمت
مسلسلِ نظارے سے آنکھوں میں مم ہے

تماشا ہے باقی ہیں اصدادِ مل کر
جدائی کب ان کی قیامت سے کرم ہے

نہائی درد ہے بنہ مٹھی میں دل کی
اسی بند رہنے میں اسکا بھرما ہے

سونو

O

تا بہ کئے ہم پر اپنی بات کریں حق تو یہ ہے کہ اپنی بات کریں
 سوچ لیں پہلے دل کی بات کریں کیوں عجت ایں و آنکی بات کریں
 کیوں مس خام کی سی با کریں کوئی اکسپریسی بات کریں
 گھنگلو سے سکوت اچھا ہے جب نہ سمجھیں کہ کیسی یا کریں
 بھول جانا محال ہے جس کو صرف اس یاد ہی کی با کریں
 دل کی دنیا میں انقلاب آئے باتوں باتوں میں ایسی با کریں
 جس سے مورخ آدمیت ہے بس اسی آدمی کی با کریں
 فرش تاعرش شے سفر ہدم! راہ میں عرش کی ہی با کریں
 رہ پر فارہ لالہ زارہ بُنے
 خول چکان درد کوئی با کریں

جہنم



اک زندگی عبادت اک بندگی تما
اسراہ کھل رہے ہیں یا انقلاب آیا
تہساں یوں میں محفل اور محفلوں میں بہنا
گویا خوش ہوں میں کوئی غم و شگردی کویا

خود اپنی زندگی سے ہو مرطیہں سن کر
مرحوم کہہ رہے ہیں مجھ کو مرار جسما

دنیا کے شاعری ہی منزل نہیں میری
لیکن یہاں سے ہو کر میں فیضتا۔ گزرا

وصول وفارق کے میں اس در تردد کے
منظہر کوئی نظر میں انہماں تک شہرا

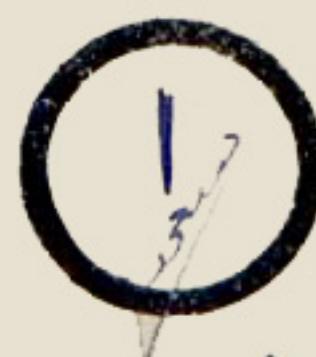
اس راہ پر نمایاں روشن تقویت پا میں
جس راہ پر تڑپ کر میں چل پڑا اکیلا

کیا ان کو دل دکھاؤں جو چارہ کرنہیں میں
آئے درد دیکھنا ہے ہر حال میں چھا

قطعت



نازک سا اک پھراغ ہے سینے میں دل نہیں
 بلکی سی پھونک ہی سے نہ خاموش ہو کہیں
 گھر کا پراغ درد ہوا جس کے گھر میں گل
 سمجھو اپنے مکان میں وہ کہیں ॥



حق سے ہر شے وصول ہوتی ہے
 فکر پھر کیوں فضول ہوتی ہے
 درد منزل رہے نیگا ہوں میں
 راہ میں صرف دھول ہوتی ہے
 مردوں



من بھی میرا ہے اور میرا تن ہے
اک نشیمن ایک گلشن ہے
اس کی خاطر بھی درد کچھ کر لے
ظایرِ جان و تن جو میں پن " ہے



کروں سکیاں جتنی تم چاہتے ہو
مگر ان کا احسان نہ غرول پہ رکھو
کہ نیکی تھاری تھار کے لیئے ہے
کبھی اپنی شیئے کو پراں نہ سمجھو
سکو

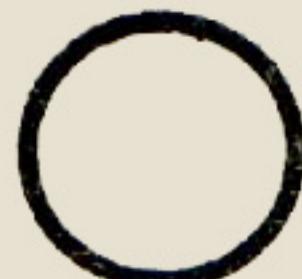


جہاں ظلم کی رُو میں پہنچا پڑے گا
 وہیں ظلم پھر تم کو سہنے پڑے گا
 بنی گا جہر تھی ظلم اک دن
 اسی میں سدا تم کو رہنے پڑے گا

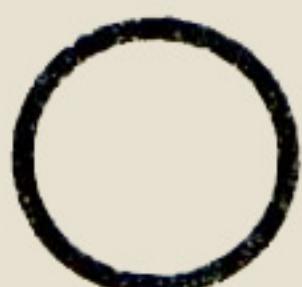


آندھوں کو دکھانا مشکل ہے
 بہروں کو ٹھانانا مشکل ہے
 اور اس سے سوا گھر اپوں کو
 شہراہ پہلانا مشکل ہے

مکو

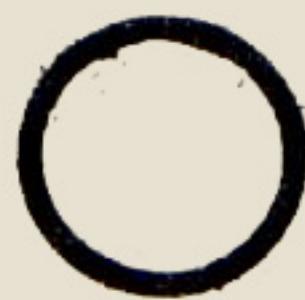


نیگات مٹانا آسان ہے
ستوں کو نپانا آسان ہے
ہر سیدھے سادے انسان کو
منظوم بنانا آسان ہے



تخریب کے دھندے آسان ہیں
تغیر کی محنت مشکل ہے
آفتاد جہنم میں آئان
پرواز بہ جنت مشکل ہے





سب مائل ہیں آسان کی طرف
مشکل سے گرپڑاں سارے ہیں
مشکل کو بنا ہیں جو آسان
شہزادہ وہ سبکے پیارے ہیں



جب کھلی آنکھ تو منہ بند ہوا
ہو گیا پچھے جو خردمند ہوا
لذتِ دیدیاں ہونہ سکی
دیدہ در در دہی پا بند ہوا



